نبی کے زمانہ میں چھوٹے بڑے اور بڑے چھوٹے کئے جاتے ہیں

از

سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد

خلیفۃ المسیح الثانی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

نبی کے زمانہ میں چھوٹے بڑے اور بڑے چھوٹے کئے جاتے ہیں

(فرمودہ ۱۶۔ اگست ۱۹۲۹ء بمقام یاڑی پورہ کشمیر)

تشہد و تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ جب کسی بستی میں فاتحانہ طور پر داخل ہوتا ہے۔ تو جَعَلُوۡۤا اَعِزَّۃَ اَہۡلِہَاۤ اَذِلَّۃً[1] وہ اس کے بڑے لوگوں کو چھوٹا اور چھوٹوں کو بڑا کر دیتا ہے۔ اور ہم دیکھتے ہیں دنیا میں جب کبھی حکومت بدلتی ہے تو جہاں نیا بادشاہ اور نئے حاکم ہو جاتے ہیں وہاں اس کے ساتھ دنیا میں بہت بڑا تغیر بھی واقع ہوتا ہے۔ وہ لوگ جو اس ملک میں بڑے سمجھے جاتے ہیں، جن کے ہاتھوں میں سب کام ہوتے ہیں، وہ اپنی عزت اور حکومت کی حفاظت کیلئے نئے بادشاہ سے مقابلہ کرتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اگر کوئی اور بادشاہ قابض ہو گیا تو ان کی حکومت میں خلل واقع ہوگا۔ اگر اس مقابلہ میں نیا بادشاہ غالب آ جاتا ہے تو وہ چھوٹوں کو بڑا بنا دیتا ہے اور بڑوں کو چھوٹا کر دیتا ہے۔ خدائی سلسلوں میں بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مبعوث ہوئے تو عرب میں گو کوئی بادشاہ نہیں تھا مگر ہر علاقہ میں بڑے بڑے لوگ تھے جو اپنے اپنے علاقہ پر حکومت کرتے تھے۔ مدینہ میں، طائف میں، حضر موت میں، یمن وغیرہ میں، غرض ہر علاقہ میں رئیس تھے۔ جب آپ نے نبوت کا پیغام

پہنچایا تو آپ کی باتوں میں کوئی ایسی بات نہ تھی جو بُری ہو۔ آپ نے ایک بات بھی ایسی نہ کہی جس سے مخالفین یہ نتیجہ نکالتے کہ یہ شخص اپنی بڑائی چاہتا ہے اور ہمیں گرانا چاہتا ہے۔ اگر رسول کریم ﷺ نے نماز کا حکم دیا تو اس میں آپ کا کوئی ذاتی فائدہ نہ تھا' سراسر دوسروں کا ہی فائدہ تھا۔ اگر آپ نے حقیقی مالک کو راضی کرنے کی تعلیم دی تو جو لوگ اس تعلیم پر چلتے اور اللہ تعالیٰ کو راضی کر لیتے ان کی اپنی ذاتوں کو ہی فائدہ پہنچتا رسول کریم ﷺ کو کیا فائدہ ہوتا۔ اگر رسول کریم ﷺ نے زکوٰۃ دینے کا حکم دیا تو اس میں بھی لوگوں کا ہی فائدہ تھا نہ کہ آپؐ کا۔ آپؐ نے تو سیدوں کو زکوٰۃ لینے سے منع کر دیا حالانکہ سیدوں میں بھی غریب ہوتے ہیں۔ تو نہ صرف آپ زکوٰۃ کے مال سے مجتنب رہے بلکہ اپنی اولاد کے لئے بھی فرما گئے کہ ان کے لئے زکوٰۃ کا مال جائز نہیں۔[2]

اسی طرح رسول کریم ﷺ نے جھوٹ بولنے سے منع فرمایا اس میں آپ کو کیا فائدہ حاصل ہوتا تھا کونسی جاگیر مل جاتی تھی یہ صرف لوگوں کے فائدہ کے لئے آپ نے تعلیم دی۔

اسی طرح چوری کرنے سے منع فرمایا۔ اس سے بھی آپ کی ذات کو کچھ فائدہ نہ تھا صرف لوگوں کے بھلے کے لئے فرمایا۔ آنحضرت ﷺ کے گھروں میں تو بعض اوقات کھانے کو بھی کچھ نہ ہوتا تھا اس حالت میں یہ خیال نہیں کیا جا سکتا کہ آپ نے جو چوری سے منع فرمایا تو اس لئے کہ تا آپ کے گھر محفوظ رہیں بلکہ یہ حکم صرف لوگوں کے اموال کی حفاظت کیلئے دیا۔ اسی طرح آپؐ نے ظلم کرنے سے منع فرمایا یہ حکم بھی اس لئے دیا تا لوگ ایک دوسرے کے ظلم سے بچیں ورنہ آنحضرت ﷺ خود تو علیحدگی میں عبادت کر کے اپنا وقت گزارتے تھے۔ پس جو بھی تعلیم رسول کریم ﷺ نے لوگوں کو دی نہ تو اس میں کوئی بُرائی تھی اور نہ آپؐ کی اس میں کوئی ذاتی غرض تھی۔ آپؐ نے جھوٹ سے منع فرمایا اس میں کونسی بُری بات تھی' چوری سے منع فرمایا اس میں کونسی بُری بات تھی' بدکاری سے منع فرمایا اس میں کونسی بری بات تھی' عرب لوگ شراب سے بدمست رہتے تھے ان کو شراب پینے سے منع فرمایا اس میں کونسی بُری بات تھی مگر باوجود اس کے پھر بھی لوگوں نے آپ کو سخت تکلیفیں دیں۔ آپ کے ماننے والوں پر ایسے ظلم و ستم ڈھائے کہ وہ ہمیشہ مصائب کا تختہ مشق بنے رہے۔ ان تکالیف سے تنگ آ کر بعض صحابہ ملک چھوڑنے پر مجبور ہو گئے اور ہجرت کر کے حبشہ میں جا کر پناہ گزیں ہوئے مگر مکہ والوں کی اس سے بھی تسلّی نہ ہوئی کہ چار پانچ سو کوس پر بھی وہ اپنے غریب

ہم وطنوں کو آرام سے بسنے دیں۔ انہوں نے حبشہ کے بادشاہ کو تحفے بھیج کر اس بات کے لئے رضا مند کرنا چاہا کہ وہ مسلمانوں کو اپنے ملک سے نکال دے لیکن جب یہ تدبیر کارگر نہ ہوئی تو بعض ان میں سے حبشہ پہنچے ان میں سے ایک عمرو بن عاص بھی تھے جو بعد میں بہت بڑے صحابی ہوئے انہوں نے مصر فتح کیا تھا۔ انہوں نے جا کر حبشہ کے بادشاہ سے کہا یہ لوگ ہمارے غلام ہیں اور بغاوت کر کے وہاں سے بھاگ آئے ہیں۔ بادشاہ منصف مزاج تھا اس نے مسلمانوں کو بلایا اور دریافت کیا آپ لوگوں پر کیا الزام ہے؟ انہوں نے جواب دیا۔ اے بادشاہ! ہمارا قصور اس کے سوا کوئی نہیں کہ ہم لوگ چوری کیا کرتے تھے' بدکاری میں مبتلاء تھے' شرک کے گناہ سے ملوث تھے' ہر قسم کا دغا فریب کرتے تھے کہ خدا کا ایک برگزیدہ پیدا ہوا اس نے ہمیں ان باتوں سے روکا۔ ہم نے اس کی آواز پر لبیک کہا اور یہ سب بُرائیاں چھوڑ دیں بس یہی ہمارا قصور ہے۔

یہ تقریر ایسے رقّت بھرے الفاظ میں کی گئی کہ بادشاہ اور درباری سب رو پڑے اور بادشاہ نے انہیں واپس دینے سے انکار کر دیا۔

جب اس طرح بھی اہل مکہ کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا تو عمرو بن عاص نے اپنے ساتھی سے کہا اب میں درباریوں کو ان کے خلاف اُکساتا ہوں۔ چنانچہ اس نے درباریوں کو تحفے تحائف دے کر اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ بادشاہ کو یہ کہہ کر مخالف بنائیں کہ یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہتک کرتے ہیں۔ بادشاہ عیسائی تھا اسے اس طرح اشتعال دلانے کی کوشش کی گئی۔ دوسرے دن درباریوں نے بادشاہ سے کہا اے بادشاہ! یہ لوگ نہ صرف مکہ والوں کے دشمن ہیں بلکہ تمہارے بھی دشمن ہیں کیونکہ یہ حضرت عیسیٰؑ کی توہین کرتے ہیں۔ بادشاہ نے پھر مسلمان مہاجرین کو بلایا اور اس بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے کہا ہم لوگ حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا نبی مانتے ہیں اور دل سے ان کی تعظیم کرتے ہیں۔ ہاں ہم انہیں خدا کا بیٹا نہیں مانتے اور سورۃ مریم کی آیات سنائیں۔ بادشاہ نے ان کا جواب سنکر ایک تنکا اُٹھایا اور خدا کی قسم کھا کر کہا میں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس سے زیادہ اس تنکا کے برابر بھی نہیں سمجھتا۔ درباری یہ سن کر بادشاہ کے خلاف سخت برافروختہ ہو گئے مگر بادشاہ نے انہیں وہ واقعہ یاد دلایا جب کہ وہ اس کے باپ کی وفات پر اسے قتل کر کے اس کے چچا کو بادشاہ بنانا چاہتے تھے۔[۳] مگر خدا نے کچھ ایسے سامان کر دیئے کہ بادشاہت اسے مل گئی۔ بادشاہ نے کہا کہ تم لوگوں کا مجھ پر

کچھ احسان نہیں یہ خدا کا مجھ پر احسان ہے۔ بادشاہت کے جانے کا مجھے کچھ بھی ڈر نہیں وہ خدا جس نے مجھے بادشاہت عطا کی میں اسی پر بھروسہ رکھتا ہوں اور یہ ظلم جو تم مجھ سے کرانا چاہتے ہو ہرگز نہیں کروں گا۔

ایک وقت تو یہ حالت تھی لیکن پھر وہ زمانہ بھی آیا جب کہ یہ اسلام، نبی کریم ﷺ اور صحابہؓ کے دشمن مسلمان ہوئے اور اخلاص میں اعلیٰ درجہ کی ترقی کی۔ یہی عمرو بن عاص جب مسلمان ہو گئے تھے تو اپنے متعلق کہنے لگے۔ مجھ پر دو زمانے آئے ایک اسلام کی مخالفت کا اور ایک موافقت کا۔ مخالفت کے زمانہ میں میں نبی کریم ﷺ سے ایسا بُغض رکھتا تھا کہ حقارت سے کبھی چہرہ نہیں دیکھتا تھا پھر موافقت کا زمانہ آیا اس میں نبی کریم ﷺ کی محبت اس قدر دل میں جاگزیں ہوئی اور آپ کا جلال ایسا تھا کہ میں رُعب کی وجہ سے آپ کے چہرہ کی طرف نگاہ نہیں کر سکتا تھا۔ ابو جہل کا لڑکا عکرمہ تھا پہلے مخالفت کرتا رہا لڑائیوں میں سرگرم حصہ لیتا تھا مگر جب اسلام اختیار کیا تو ہر طرح کی قربانیاں کیں، جان و مال سے دریغ نہ کیا، اور اسلام کی اس قدر خدمت کی کہ اپنا پورا جان نثار ہونا ثابت کر دیا۔ غرضیکہ وہ دشمنان اسلام جو سخت مخالفت پر تُلے رہتے تھے آخر کار انہوں نے حقانیت کو مانا اور مان کر ہر طرح کی قربانیوں میں حصہ لیا۔

اسی طرح ایک وقت تو وہ تھا کہ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام کو گھروں سے باہر نکلنا دُشوار تھا۔ اپنے اپنے گھروں میں بیٹھ کر گزارہ کرنا پڑتا تھا تا کہ دشمنوں کے شر سے محفوظ رہیں لیکن پھر وہ بھی زمانہ آیا کہ آنحضرت ﷺ فاتح کی حیثیت سے ایک جرّار لشکر کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے۔ اس طرح وہ دن آیا کہ دشمن کو دروازے بند کر لینے پڑے اور کسی کو طاقت نہ ہوئی کہ باہر نکل سکے۔ وہ لوگ جو غریب سمجھے جاتے تھے اور جو اتنے مظلوم تھے کہ کوئی ان کی فریاد کو نہیں پہنچتا تھا، اس وقت وہ فاتح کی حیثیت سے داخل ہو رہے تھے اور اس دن خدا تعالیٰ نے دشمنوں کو دکھا دیا کہ کس طرح چھوٹے بڑے بنائے جاتے ہیں اور بڑے چھوٹے کر دیئے جاتے ہیں۔

پھر آنحضرت ﷺ کی وفات پر جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو ان کے باپ سے کسی نے کہا ابو بکر مسلمانوں کا خلیفہ ہو گیا۔ اس پر وہ تعجب سے پوچھنے لگے کون ابو بکر؟ کیا ابو قحافہ کا بیٹا؟ جب ان کو یقین دلایا گیا کہ وہی خلیفہ ہوئے ہیں تو وہ دریافت کرنے لگے۔ کیا

بنو ہاشم نے ان کو مان لیا ہے' بنو عبد الشمس' بنو عبدالمطّلب وغیرہ نے ان کی اطاعت اختیار کرلی ہے؟ جب کہا گیا کہ ہاں سب نے مان لیا ہے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے والد نے اگرچہ وہ پہلے سے اسلام میں داخل تھے مگر کمزور ایمان رکھتے تھے کلمہ شہادت پڑھا اور کہا آج مجھے یقین ہو گیا کہ اسلام سچا ہے۔[۴] یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی قوت قدسیہ کا اثر ہے کہ ان قبائل نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اطاعت اختیار کرلی' ورنہ ابوبکر کی کیا حقیقت تھی۔

پھر حضرت ابو ہریرہ کو دیکھو۔ فتوحات کے زمانہ میں ایک دن ریشمی رومال میں تُھوک کر کہنے لگے۔ واہ واہ ابو ہریرہ۔ ایک وہ زمانہ تھا کہ بھوک کے مارے بے ہوش ہو جانے پر لوگ مرگی کے خیال سے جوتیاں مارا کرتے تھے اور ایک یہ زمانہ ہے ریشمی رومالوں میں تُھوکتے ہو۔ پاس بیٹھنے والوں نے یہ بات سنکر پوچھا آپ نے کیا فرمایا؟ کہنے لگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مَیں ہر وقت مسجد میں بیٹھا رہتا تا کہ جب آپ باہر تشریف لائیں اور کچھ فرمائیں تو میں سن سکوں اس وجہ سے میرے کھانے کا کوئی باقاعدہ انتظام نہ تھا۔ بعض دفعہ سات سات فاقے کرنے پڑتے تھے اور بعض اوقات شدت بھوک کے سبب بے ہوشی طاری ہو جاتی اور اس بے ہوشی کو مرگی خیال کیا جاتا اور عرب کے رواج کے ماتحت اس کا علاج جوتیوں سے کیا جاتا۔ ایک دفعہ جب کہ بھوک نے بہت ستایا تو میں نے صدقہ کی آیت نکال کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیش کی۔ انہوں نے اس کا مطلب بیان کیا اور چل دیئے۔ اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیش کی۔ انہوں نے بھی مطلب بیان کیا اور چل دیئے۔ حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں جب وہ مطلب بیان کر کے چل پڑتے اور آیت کے پیش کرنے سے میری غرض کو نہ سمجھتے تو میں اپنے دل میں کہتا کیا یہ معنی مجھے معلوم نہ تھے یہ مجھ سے بہتر تو نہیں جانتے۔ اس اثناء میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا ابو ہریرہ! کیا بھوک لگی ہے۔ میں نے عرض کیا ہاں۔ اس پر آپ نے مسجد کے دوسرے غرباء کو بھی بلانے کے لئے فرمایا۔ چنانچہ جب میں سب کو بلا کر لے گیا تو آپ نے دودھ کا ایک پیالہ نکالا اور پلانا شروع کیا مگر مجھے چھوڑ کر پہلے دوسروں کو پلانے لگ گئے۔ اس پر میں دل میں کُڑھا کہ بھوک سے تو میں مر رہا تھا ایک پیالہ دودھ ہے وہ دوسرے پینے لگ گئے ہیں مجھے کیا ملے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو پلا کر مجھے فرمایا۔ ابو ہریرہ! اب تم پیو۔ میں نے پیا۔ حضور نے فرمایا اور پیو۔ پھر میں نے پیا۔ اس طرح حضور نے مجھے کئی بار پلایا۔ حتیٰ کہ پیٹ میں ذرا بھی گنجائش باقی نہ رہی۔ یہ واقعہ سنا کر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

فرمانے لگے اس وقت مجھے یہ واقعہ یاد آگیا کہ ایک تو وہ زمانہ تھا کہ میرا یہ حال تھا۵ اور ایک یہ زمانہ ہے کہ جب خدا نے فضل کیا۔ آنحضرت ﷺ کے فرمانے کے مطابق فتوحات ہوئیں اور میں ایران کے بادشاہ کے رومال میں تھوکتا ہوں۔ حضرت ابو ہریرہؓ فتوحات کے زمانہ میں مصر کے گورنر بھی بنا دیئے گئے تھے۔

الغرض دنیا میں جب خدا کے نبی آتے ہیں تو لوگ ان کی مخالفت کرتے ہیں۔ وجہ مخالفت صرف یہ ہوتی ہے کہ وہ خیال کر لیتے ہیں کہ جو حکومت ہمیں حاصل ہے وہ اسے حاصل ہو جائے گی۔ ایسے لوگوں کو چھوٹا بنا دیا جاتا ہے اور جو نبی کو قبول کرتے ہیں انہیں ادنیٰ حالت سے بڑا بنا دیا جاتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب مبعوث ہوئے تو ان کی قوم نہایت ذلیل سمجھی جاتی تھی۔ اینٹیں پاتھنے کا کام ان سے لیا جاتا تھا لیکن حضرت موسیٰ کو مان کر وہ کہاں سے کہاں پہنچ گئی۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے آپ کے ماننے والے بھی ادنیٰ قوموں سے تعلق رکھتے تھے حواری اور مچھلیاں پکڑنے والے آپ کے متبع تھے مگر خدا نے ان کو عزت دی۔ باقی جو بڑے بنے بیٹھے تھے، ان سب کو ذلیل و رُسوا کر دیا۔

آج بھی خدا نے ایک مامور بھیجا ہے جس کے ہاتھ پر ہم سب احمدیوں نے بیعت کی ہے۔ یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ الٰہی سلسلوں کی طرح یہ سلسلہ بھی پہلے بہت کمزور سمجھا جاتا تھا مگر جوں جوں زمانہ گزرتا جاتا ہے سلسلہ ترقی کرتا جاتا ہے اور اس کی عظمت لوگوں کے دلوں پر بیٹھتی جاتی ہے۔ ایک دفعہ کچھ حنفی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے ساتھ مباحثہ کرنے کے لئے لے گئے۔ بٹالہ پہنچنے پر آپ نے فرمایا۔ پہلے میں یہ تو معلوم کر لوں کہ وہ کہتے کیا ہیں؟ مولوی محمد حسین صاحب نے بتایا کہ میں یہ عقیدہ رکھتا ہوں کہ قرآن کریم کی بات بہرحال مقدم ہے اور حدیث مؤخّر۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا یہی ٹھیک ہے میں بھی اسے درست سمجھتا ہوں۔ حضرت صاحب کے اس جواب پر مباحثہ کے لئے لے جانے والے تالیاں پیٹنے لگے مگر آپ نے ان کی تالیوں کا کچھ بھی خیال نہ کیا اور خدا اور خدا کے رسول کے حکم کے خلاف کچھ کہنا گناہ سمجھا۔ جب آپ قادیان کو واپس لوٹے تو راستے میں الہام ہوا۔ آج تو نے میری خاطر ذلّت قبول کی ہے۔ مگر میں تجھے عزت دوں گا اور تمام دنیا میں تیرا نام معزّز کروں گا۔ بظاہر یہ بات معمولی نظر آتی ہے۔ مگر غور کیا جائے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ فعل بہت بڑی بات تھی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق عام لوگوں کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ آپ بھی بڑے مرزا صاحب کے بیٹے ہیں۔ آپ ہر وقت مسجد میں بیٹھے رہتے اور خدا کی عبادت میں مشغول رہتے۔ آپ کے والد افسوس کیا کرتے کہ یہ میرا بیٹا آئندہ زندگی میں بھوکا مرے گا کیونکہ یہ تو زمینداره بھی نہیں کر سکے گا۔ مگر ان کو کیا معلوم تھا کہ یہ ایک عظیم الشان ہستی بننے والا ہے۔

اس زمانہ کے لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مخالفت کرتے ہیں حالانکہ آپ نے بھی کوئی بات ایسی نہیں کی جو بُری ہو۔ اس سرینگر میں فاحشہ عورتیں موجود ہیں۔ مولوی اور واعظ انہیں دیکھتے ہیں مگر کوئی کچھ نہیں کہتا لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر کرو تو فوراً مخالفت کرنے کے لئے تیار ہو جائیں گے۔ نہ صرف مخالفت بلکہ سخت افروختہ ہو جائیں گے۔ مانا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت کی ہے اور بعض لوگوں کا عقیدہ ان کی زندگی کا ہے مگر اس قدر افروختہ ہونے کے کیا معنی۔ زیادہ سے زیادہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ عقیدہ کی غلطی ہے۔

مسلمانوں کی ذلّت کا ایک بہت بڑا باعث یہ بھی ہے کہ انہوں نے محمد رسول اللہ ﷺ کو زمین پر مدفون مانا اور عیسیٰ علیہ السلام کو بقیدِ حیات آسمان پر بٹھایا۔ یہی عیسائی جو ہم پر حکومت کرتے ہیں مسلمان بادشاہ ہونے کے زمانہ میں اُن کی منت و سماجت پر اِن کے لڑکوں کو سکولوں میں داخل کیا جاتا تھا مگر آج یہ بادشاہ ہیں۔ اس کی وجہ کیا ہے۔ یہی کہ مسلمانوں نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو زمین میں دفن کیا خدا نے بھی انہیں ذلیل و رُسوا کر دیا۔ حضرت عیسیٰ کو آسمان پر بٹھایا خدا نے بھی ان کی قوم کو ان پر حاکم کر دیا۔ انہی عقائد کی وجہ سے مسلمان عیسائیوں سے مغلوب ہو رہے ہیں اور مسلمانوں کا ایک حصہ عیسائیت کا شکار ہو چکا ہے۔ ایک سادہ لوح مسلمان نہایت آسانی سے ان کے جال میں پھنس جاتا ہے۔ وہ آنحضرت ﷺ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ کر کے دکھاتے ہیں اس طرح پر کہ ساتھ ساتھ اقرار کرواتے چلے جاتے ہیں۔ وہ پوچھتے ہیں بتاؤ بھائی دونوں نبیوں میں سے زندہ کون ہے؟ مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ کہنے پر مجبور ہوتا ہے اور آنحضرت ﷺ کو وفات یافتہ قرار دیتا ہے۔ اس کے بعد وہ پوچھتے ہیں کہ آسمان پر کون ہے' مُردے کون زندہ کیا کرتا تھا' پرندے کون پیدا کرتا تھا۔ مسلمان ان سب کا جواب حضرت عیسیٰ کے متعلق اثبات میں دیتا ہے

اور آنحضرت ﷺ کے حق میں نفی کرتا ہے۔ پھر عیسائی کہتے ہیں وہ جو زندہ ہے' آسمان پر ہے' مُردوں کو زندہ کرتا تھا' پرندے پیدا کرتا تھا' ہم اسے مانیں اور اسے نجات دہندہ قرار دیں یا اسے جو زندہ نہیں نہ آسمان پر ہے اور نہ مُردوں کو زندہ کرتا تھا نہ کوئی چیز اس نے پیدا کی۔ اس مقابلہ میں مسلمان کے پاس کوئی حقیقی جواب نہیں ہوتا اور وہ مجبور ہوتا ہے کہ عیسائیت اختیار کرے' عیسیٰ کی خدائی کو تسلیم کرے' کیونکہ جن باتوں کو وہ پہلے سے مانتا چلا آتا ہے عیسائی وہی باتیں اس کے سامنے رکھتے ہیں اور وہی باتیں ہیں جو عیسیٰ علیہ السلام کی خدائی کو مستلزم ہیں۔ برخلاف اس کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آنحضرت ﷺ کی عزت قائم کی اور حقیقت اسلام کو لوگوں کے سامنے رکھا' باطل کی آمیزش کو دور کیا اور خدائی احکام کو دنیا میں جاری کیا۔ مگر لوگوں نے آپ کی مخالفت کی اور ہر طرح سے مقابلہ کیا تا یہ تعلیم دنیا میں نہ پھیلے۔ آپ کے خلاف ہر قسم کے ذلیل و رسوا کرنے کے منصوبے کئے گئے' آپ پر مقدمات کئے گئے' جھوٹے گواہ بنا کر لے جائے گئے' مارنے کی کوشش کی گئی' قتل کے مقدمے بنائے گئے۔ یہی وہ زمانہ تھا جب کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے لکھا میں مرزا صاحب کو اپنے قلم سے مٹا دوں گا مگر خدا کی قدرت کا تماشا دیکھو خدا نے ان کے خاندان کو تباہ کر دیا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خاندان ترقی کر رہا ہے اور احمدیت پھیلتی جاتی ہے۔

افغانستان جہاں کہ احمدیوں پر سخت مظالم ڈھائے جاتے ہیں' ان کو مروا دیا جاتا ہے اس ملک میں بھی خدا کے فضل سے احمدیت ترقی کرتی جاتی ہے۔

مولوی نعمت اللہ خان صاحب جن کو محمود طرزی وزیر امان اللہ خان سابق شاہ افغانستان کی چِٹھی پر کہ اپنا مبلّغ بھیجو' افغانستان میں بطور مبلّغ بھیجا تھا لیکن جب انہوں نے لوگوں کے سامنے احمدیت کو پیش کیا تو ان کے خلاف وہاں کے علماء نے فتاویٰ کفر لگائے اور انہیں واجبُ القتل قرار دیا اور انہیں تکلیفوں میں ڈال کر سنگسار کر دیا انہیں ذلیل کرنے کی غرض سے بازاروں میں پھیرایا گیا۔ غرضیکہ ہر نوع کی تکلیف انہیں پہنچائی گئی مگر انہوں نے احمدیت کو نہ چھوڑا۔ ایک انگریز مصنف جو اُن دنوں وہاں موجود تھا اور اس نے سنگساری کا واقعہ دیکھا تھا وہ لکھتا ہے کہ جب مولوی نعمت اللہ خان صاحب کو گاڑا گیا اور پتھر پڑنے شروع ہوئے تو وہ یہی کہتے تھے میں نے حق کو قبول کیا ہے' میں اسے نہیں چھوڑ سکتا۔ آپ مجھے مار دیں میں تو آپ

کے حق میں دعا ہی کروں گا۔ باوجود ایسے خطرناک مظالم کے پھر بھی اس ملک میں جماعت ترقی کر رہی ہے۔ اب جب کہ امیر امان اللہ خان اپنے ملک کو چھوڑ کر روما (اٹلی) میں پہنچ چکے ہیں ان کے ایک وزیر کی چِٹھی میرے نام سیلون سے آئی ہے کہ میں جب افغانستان میں تھا تو احمدیت کی تبلیغ کیا کرتا تھا۔ اب ولایت جا رہا ہوں' واپسی پر افغانستان میں آکر پھر تبلیغ کروں گا۔

خدا کی گرفت سے بڑھ کر کسی کی گرفت نہیں ہو سکتی۔ امان اللہ خان کے ان بے جا مظالم پر خدا کی گرفت ہوئی۔ اس نے لڑ کر ملک کو انگریزوں سے آزاد کرایا تھا اس وجہ سے قوم اس کی بہت ممنون تھی اور اس کی بہت عزت کرتی تھی مگر یکدفعہ حالات بدلے اور وہ عزت جو اسے حاصل تھی ذلّت کے رنگ میں بدل گئی اور اب جس حال میں امان اللہ خان ہیں وہ دنیا سے پوشیدہ نہیں۔ غرضیکہ احمدیت ہر ملک میں پھیلتی جاتی ہے۔ اس علاقہ میں بھی احمدیت پھیلی ہے۔ یاڑی پورہ' گنج پورہ' آسنور' رشی نگر' بنڈہ پور وغیرہ دیہات میں ہزاروں احمدی ہیں مگر باقی علاقوں کی نسبت کم ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس ملک میں تعلیم کم ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تو یہاں نہیں آئے۔ یہاں حق کی آواز پہنچی اور لوگوں نے قبول کی۔ پھر وہ مرکز میں پہنچے اور صداقت کو معلوم کیا اور اس پر قائم ہو گئے اور واپس آکر دوسرے لوگوں تک اس صداقت کو پہنچایا اور اس طرح صداقت پھیلتی گئی۔

یاد رکھو! خدا کی طرف سے آنے والا برکات کے ساتھ آتا ہے۔ گو حضرت مسیح موعود علیہ السلام شریعت کی نئی کتاب نہیں لائے اور نہ نیا کلمہ جاری کیا ہے۔ وہی نمازیں ہیں' وہی روزے ہیں جن کا رسول کریم ﷺ نے حکم دیا تھا مگر آپ کے ساتھ برکات کا نزول ہوا جن سے بُہتوں کو فائدہ ہوا۔ کشمیر کی جماعتوں کے متعلق جب میں غور کرتا ہوں تو افسوس آتا ہے کہ انہوں نے نمایاں ترقی نہیں کی جس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ انہوں نے تبلیغ کرنا چھوڑ دیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کوئی شخص سری نگر جائے اور اس سے راجہ صاحب مصافحہ کریں تو وہ ہر جگہ اس کا ذکر کرے گا لیکن جب خدا تعالیٰ کے نائب نے دنیا کو آواز دی اور تم لوگوں نے اس پر لبیک کہا اور اس کے سلسلہ میں داخل ہوئے جسے خدا دنیا میں عزت دینا چاہتا ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ تم حق کی آواز دوسروں تک نہیں پہنچاتے۔ افسوس ہے کہ یہاں کی جماعتوں نے اس کی پوری قدر نہ کی۔ آج نہیں تو آنے والی نسلیں تمہارے کپڑوں تک سے برکت حاصل کریں گی جیسے رسول کریم ﷺ کے بعد آپ کے پیرؤوں سے لوگ برکات حاصل کرتے رہے۔

حضرت ابو ذر غفاریؓ کا قصہ حدیث میں آتا ہے جب انہوں نے آنحضرت ﷺ کی نسبت سنا تو وہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کی تعلیم کو سن کر اسلام میں داخل ہو گئے۔ چونکہ آپ کا قبیلہ سخت مخالف تھا اس لئے آنحضرت ﷺ سے اپنے اسلام کے مخفی رکھنے کی اجازت چاہی۔ آپ نے اجازت دے دی۔ اس کے بعد کچھ دن وہ حضور کی صحبت میں رہے اور اس قدر اسلام کی محبت ان کے اندر موجزن ہوئی کہ وہ سرداران مکہ کے سامنے جاکر بلند آواز سے کہنے لگے۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ اس پر انہیں اس قدر زدو کوب کیا گیا کہ وہ بے ہوش گئے۔ حضرت عباس جو ابھی اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے وہاں سے گذرے اور انہیں یہ کہہ کر چھڑایا کہ جانتے ہو کہ یہ شخص کون ہے؟ غفار قبیلہ کا ہے اور اگر وہ تمہارے مخالف ہو گئے تو تمہاری ساری تجارت بند ہو جائے گی اور کوئی چیز تمہارے پاس نہیں پہنچ سکے گی۔ اس دن تو وہ چھوٹ گئے لیکن دوسرے دن پھر اسی طرح کیا اور پھر مار کھائی۔ پہلے تو وہ اپنے قبیلہ میں جاکر اپنے اسلام کے مخفی رکھنے کی اجازت چاہتے تھے مگر ایمان نے ایسا جوش مارا کہ انہوں نے مکہ ہی میں اشاعت اسلام شروع کر دی۔

ہماری کشمیر کی جماعتیں تبلیغ کے معاملہ میں بہت ست نظر آتی ہیں۔ اس دفعہ بھی اور پہلے بھی جب کبھی میں یہاں آیا یہی دیکھا۔ یہ عُذر درست نہیں کہ ہم اَن پڑھ ہیں۔ ہماری جماعت میں بہت سے ایسے اَن پڑھ ہیں جو ایک حرف بھی نہیں جانتے مگر احمدیت کے لئے ایسا جوش رکھتے ہیں کہ سینکڑوں لوگ ان کے ذریعہ احمدیت میں داخل ہو چکے ہیں۔ احمدیت کی سچائی کی یہ بھی ایک زبردست دلیل ہے کہ کوئی زمانہ تھا جب مسلمان کہلانے والے عیسائی ہوتے تھے لیکن جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ظہور ہوا تو عیسائی اور انگریز لوگ مسلمان ہونے لگے۔ گویا پہلے اگر شیر بکری کو کھاتے تھے تو اب بکری شیروں کو کھانے لگی اور یہ سب کچھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی برکت سے ہوا۔ ولایت میں انگریز مسلمان ہو رہے ہیں امریکہ میں امریکن لوگ اسلام قبول کرتے جاتے ہیں۔ یہی لوگ تھے جو آنحضرت ﷺ کو گالیاں دیا کرتے تھے مگر اب اسلام قبول کر کے آنحضرت ﷺ پر درود بھیجتے ہیں۔ عیسائی پادریوں کو نوٹس دیا گیا ہے کہ وہ احمدیوں سے بات چیت نہ کریں۔ پادری زویمر جو کسی زمانہ میں مصر میں رہتا تھا اس نے ایک شخص سے سوال کیا جس کا وہ جواب نہ دے سکا۔ اتفاقاً وہ شخص ہمارے

ایک طالب علم سے ملا جو مصر میں تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے گئے ہوئے تھے اور جو آج کل مدرسہ احمدیہ کے ہیڈ ماسٹر ہیں۔ انہوں نے اس شخص کو سوال کا جواب سمجھایا اور کہا یہ جواب پادری کے سامنے پیش کرنا۔ چنانچہ وہ شخص پادری زویمر کے پاس گیا اور اسے جواب سنایا۔ پادری صاحب گھبرا کر کہنے لگے کیا تم کسی قادیانی سے تو مل کر نہیں آئے' اب یہاں نہ آنا۔ غرضیکہ یہ لوگ اب احمدیوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

پس احمدیت کی اشاعت بُزدلی سے نہ کرو بلکہ جرأت اور بہادری سے کرو۔ یہ مطلب نہیں کہ گورنمنٹ کے قوانین کی خلاف ورزی کرنی شروع کر دو بلکہ یہ ہے کہ گورنمنٹ سے مل کر کام کیا جائے۔ ہم پنجاب میں رہتے ہیں وہاں گورنمنٹ سے ملکر کام کرتے ہیں مگر ڈرتے نہیں۔ اگر ہماری جماعت دوسروں پر ظاہر کر دے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک خزانہ ہے تو پھر کون ہے جو انکار کرے اور خزانہ کو ردّ کر دے۔

میں پھر کہتا ہوں کہ یہ سوال ہی غلط ہے کہ ہم اَن پڑھ ہیں۔ آنحضرت ﷺ امی تھے مگر سب دنیا کو آپ نے تعلیم دی۔ پس خدا کا فضل حاصل کرو' پھر سب کچھ پالو گے۔ نیکی اور تقویٰ میں ترقی کرو پھر کسی کتاب کے پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ اصل چیز خدا کی محبت ہے' اسے پیدا کرو۔ پڑھائی صرف "سونے پر سہاگہ" کا کام دیتی ہے۔ اگر کتابی علم سے کچھ بنتا تو پھر اسلام نہ پھیلتا کیونکہ آنحضرت ﷺ اُمّی تھے۔ عرب لوگ اُمّی تھے' مگر دیکھو ان اُمّیوں نے کس طرح اسلام پھیلایا۔ پہلے بزرگ مختلف پیشے اختیار کر کے اسلام کو پھیلایا کرتے تھے۔ وہ اُمّی تھے اپنا کام کرتے تھے مگر خدا کی محبت ان میں موجزن تھی اس لئے وہ اسلام کی راہ میں تکلیف اٹھا کر بھی اسلام پھیلاتے تھے۔ پس کوشش کرو کہ حق دنیا میں پھیل جائے اور اس وقت تک آرام نہ کرو جب تک حق تمام دنیا تک نہ پہنچ جائے۔ اپنے نفوس میں اصلاح کرو اور اپنی حالت درست کرو۔ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں پر اپنے فضل نازل کرے گا اور لوگوں کے قلوب میں الہام کرے گا تاکہ وہ آپ کی مدد کریں اور ہاتھ بٹائیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے آسنور کے علاقہ کے کچھ طلباء قادیان تعلیم حاصل کرنے کے لئے گئے ہوئے ہیں۔ ایک ان میں سے فارغ التحصیل ہونے والا ہے۔ ارادہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اسے اس علاقہ میں مقرر کیا جائے۔ اس کے بعد اور طالب علم جُوں جُوں تیار ہوتے جائیں' انہیں اس علاقہ میں تبلیغ کے کام پر لگایا جائے تاکہ وہ اپنے علاقہ کو سنبھالیں۔ مگر

قبل اس کے کہ ایسا ہو آپ لوگوں کو اپنی سستیوں اور کوتاہیوں کو دور کرنا چاہئے۔ آج ہی مجھ سے شکایت کی گئی ہے کہ عام طور پر لوگ چندہ نہیں دیتے۔ میں نے کہا چندہ لینے والے بھی آپ لوگ ہیں اور دینے والے بھی آپ ہی۔ ہم اس بارے میں کیا کر سکتے ہیں۔ جب تک کسی کو دین کے لئے خرچ کرنے کا خود شوق نہ ہو دوسرے کیا کر سکتے ہیں۔ ہاں یہ سیدھی اور پکّی بات ہے کہ جب کوئی جماعت بوجھ اٹھانے کے لئے تیار ہوتی ہے تو اسے بیرونی مدد بھی حاصل ہو جاتی ہے۔

ایسے تمام علاقے جن کی زبان علیحدہ ہے مگر ہندوستان کا ہی حصہ ہیں ان کے متعلق یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ ان کے چندہ کا ایک حصہ انہیں کے علاقہ میں خرچ کیا جائے۔ گذشتہ مجلس مشاورت میں یہ فیصلہ کیا گیا تھا کہ ایسے علاقوں کا چندہ ۲۵ فیصدی انہی میں خرچ کیا جائے۔ باقی مرکز میں بھیجا جائے۔ اور جو دوسرے ممالک ہیں وہاں کا ۷۵ فیصدی چندہ وہیں خرچ ہو اور ۲۵ فیصدی مرکز میں بھیجا جائے۔ مرکز میں چندہ بھیجنے کی اس لئے ضرورت ہے کہ وہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قائم کردہ لنگر خانہ ہے دفاتر ہیں جو ساری جماعت کے انتظامی امور سرانجام دیتے ہیں ان کے اخراجات کے لئے چندہ کی ضرورت ہے۔

اس علاقہ کی جماعتیں اگر باقاعدہ چندہ دیں تو اس میں سے ۲۵ فیصدی یہاں خرچ کیا جا سکتا ہے جس سے کئی مدرسے چل سکتے ہیں اور مبلّغ رکھے جا سکتے ہیں۔ پھر ہر احمدی کو تبلیغ میں حصہ لینا چاہئے۔ پنجاب میں احمدیت اسی طرح پھیلی کہ سینکڑوں آدمی اس کے لئے کوشش کر رہے ہیں اور ۸۰ فیصدی چندہ پنجاب کا ہوتا ہے جس سے کئی کام کرنے والے مقرر کئے جاتے ہیں اسی طرح کشمیر میں بھی ہو سکتا ہے۔ موجودہ جماعت تبلیغی اخراجات برداشت کرے اور جوں جوں جماعت بڑھتی جائے' آمد بھی بڑھتی جائے جس سے کئی مبلّغ رکھے جائیں اور کئی مدرسے بنائے جاسکیں۔ مگر پہلے انہی لوگوں کو سارا بوجھ اٹھانا چاہئے جو اس وقت احمدیت میں داخل ہیں۔ میں جماعت کے لوگوں کو اس طرف خاص طور پر توجہ دلانا چاہتا ہوں خواہ کوئی تاجر ہو یا واعظ' زمیندار ہو یا گورنمنٹ کا ملازم' خواہ کوئی چھوٹا ہو یا بڑا ہر ایک کو سب سے اول اپنے نفس کی اصلاح کرنی چاہئے اور لوگوں کے سامنے اپنا ایسا نمونہ پیش کرنا چاہئے کہ جو کوئی دیکھے پکار اُٹھے۔ خدا رسیدہ لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ اگر ایسی حالت ہو جائے تو پھر دیکھ لو احمدیت کی ترقی کے لئے کس طرح رستہ کھل جاتا ہے اور کتنی جلدی ترقی ہوتی ہے۔ لیکن یہ حالت نہ

ہو تو خواہ کوئی مبلّغ آئے یا میں خود ہی آؤں جسے خدا تعالیٰ نے خلافت کے مقام پر کھڑا کیا ہے اور وعظ کروں تو لوگ یہی کہیں گے جب احمدیوں میں کوئی تغیر نہیں نظر آتا تو ہم کیوں احمدی بنیں۔ پس اپنے اخلاق درست کرو' اپنے معاملات درست کرو' اپنے تعلقات درست کرو' اور لوگوں پر ثابت کردو کہ ان کی سچی ہمدردی اور خیر خواہی آپ کے دل میں ہے۔ میں بخار کی حالت میں تھا اور آج ہی مجھے واپس سری نگر جانا ہے چونکہ معلوم ہوا تھا کہ لوگ یہاں جمع ہیں اس لئے آ گیا ہوں۔ میرے گھر سے بھی بیمار ہیں اس لئے میرا واپس جانا ضروری ہے۔ میں آپ لوگوں کو یہی نصیحت کرتا ہوں کہ اپنے فرائض اچھی طرح ادا کرنے کی کوشش کریں۔ عبادات باقاعدہ ادا کریں۔ چندہ وغیرہ میں اچھی طرح حصہ لیں اور تبلیغ میں سرگرم رہیں۔

خدا تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ آپ لوگوں کی ضرورتیں پوری کر سکیں اور آپ لوگوں کو پورے جوش سے کام کرنے کی ہمت عطا کرے اور دوسرے لوگوں کو حق قبول کرنے کی توفیق بخشے۔ جو لوگ اس سچائی کو قبول نہیں کرتے' وہ اسلام کے غلبہ میں روک ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو جماعت قائم کی ہے وہ اسلام کی حفاظت کرنے والی فوج ہے۔ جو اس فوج میں شامل نہیں ہوتا وہ اسلام کی شکست کا باعث بنتا ہے۔ خدا تعالیٰ لوگوں کو سمجھ دے تاکہ وہ اس فوج میں داخل ہوں اور اسلام دنیا میں کامیاب ہو اور ساری دنیا میں پھیل جائے۔

(الفضل ۱۲۔ نومبر ۱۹۲۹ء)

ۓ النمل: ۳۵

ۓ مسند احمد بن حنبل جلد ۲ صفحہ ۴۰۶ مطبوعہ مکتبہ اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ

ۓ السیرة النبویة لابن هشام الجزء الاول صفحہ ۳۵۶ تا ۳۶۴ مطبوعہ مصر ۱۹۳۶ء

ۓ

ۓ بخاری کتاب الاعتصام باب ماذکر النبی صلی الله علیه وسلم' بخاری کتاب الرقاق باب کیف کان عیش النبی صلی الله علیه وسلم و اصحابه